Volume 04, Issue 01,
January-March 2026
PP: 84-95
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

Article QR

عہد اکبری کی علمی ترقی کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of Intellectual Development in the Era of Akbar

Amrin Naz[1]

Article History

Received
12.03.2026

Accepted
30.03.2026

Published
31.03.2026

Abstract & Indexing

Abstract

The era of Jalāl al-Dīn Muḥammad Akbar (1556–1605) represents a transformative period marked by significant intellectual development in the Indian subcontinent. This study examines the establishment of libraries, educational institutions, and curricular reforms that encouraged critical thinking, intellectual curiosity, and cultural exchange. The period witnessed remarkable advancements in Persian calligraphy, music, and painting, with scholars and artists receiving substantial imperial patronage. Prominent intellectuals such as Abū al-Faḍl and Fayḍī made enduring contributions, producing seminal works like Akbarnāmah and Āʾīn-i Akbarī, which offer valuable insights into the socio-political and cultural landscape of the time. Furthermore, the era was distinguished by an extensive translation movement, through which important texts from Sanskrit, Arabic, and Turkish were rendered into Persian, thereby enriching the region's intellectual and cultural heritage. Akbar's policy of religious tolerance created an inclusive environment that enabled scholars from diverse backgrounds to flourish. This atmosphere of openness significantly contributed to the growth of intellectual discourse and cross-cultural interaction. Institutions such as the imperial translation bureau played a vital role in facilitating knowledge transmission and scholarly engagement. The intellectual advancements of Akbar's reign had a lasting impact on the cultural and intellectual history of South Asia. By fostering learning, dialogue, and synthesis of traditions, this period not only shaped the cultural identity of the region but also influenced subsequent generations of scholars and thinkers.

Keywords:

Akbar's Era, Jalāl al-Dīn Muḥammad Akbar, Intellectual Development, Education, Curriculum Reform, Art, Persian Calligraphy, Literature, Akbarnāmah, Āʾīn-i Akbarī.

[1] *Lecturer, Axis College Mahni Sial, Khanewal.* amrinnaz6@gmail.com ***Corresponding Author***

All Rights Reserved © 2026 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تعارف:

جلال الدین اکبر مغلیہ سلطنت کا تیسرا بادشاہ تھا، جو ہمایوں کا بیٹا اور بابر کا پوتا تھا۔ جس نے 1556ء سے 1605ء تک حکومت کی۔ وہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا اور اس نے اپنی حکمت عملی اور انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے مغلیہ سلطنت کو ایک مضبوط اور وسیع سلطنت بنایا۔ اکبر کے دور میں ہندوستان علم و ادب کا عظیم مرکز بن گیا تھا، جس سے بہت سے علمی ماہرین اور فنکار ابھرے۔ اس کی سلطنت میں علمی ترقی پر بہت زور دیا گیا، جس کی وجہ سے ہندوستان میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اکبر اگرچہ پڑھا لکھا نہیں تھا لیکن اہل علم کا قدر دان تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں علماء کو بڑے بڑے عہدے عطاء کیے۔ بقول ابو الفضل اکبر ہر رات کو سونے سے پہلے کوئی نہ کوئی کتاب پڑھوا کر ضرور سنتا تھا۔ شاید ہی کوئی مشہور کتاب باقی رہ گئی جو اس کے سامنے نہ پڑھی گئی ہو۔ اس کے علاوہ شاہی محفل میں بھی کتابیں پڑھوا کر سنتا تھا۔ اخلاق ناصری، کیمیائے سعادت، قابوس نامہ، مکتوبات شرف منیری، گلستاں، مثنوی معنوی، جام جم، بوستاں، شاہنامہ، خمسہ شیخ نظامی، دیوان خاقانی و انوری و دیگر کتب ہمیشہ محفل میں پڑھی جاتی تھیں۔ اکبر نے محض کتابوں کو سننے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے ہندی، یونانی، عربی و دیگر زبانوں کی کتب کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔[1]

کتب خانوں کا قیام:

اکبر کے دور میں کتب خانوں کا قیام ایک اہم پیش رفت تھی۔ سلطنت کے دار الحکومت میں بڑے سرکاری کتب خانے موجود تھے۔ جہاں شاہی خزانے سے کتابیں خریدی، نقل کی جاتیں اور تحفے میں دی جاتی تھیں۔ اکبر کا ایک عظیم الشّان سرکاری کتب خانہ تھا۔ جس میں کتابوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ اکبر نے اس کتب خانے کو چند حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک شاخ قصر شاہی کے اندر اور ایک باہر اور ان دو شاخوں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا۔ تمام علوم و فنون کی کتب و رسائل وہاں رکھے جاتے تھے۔ ہندی، فارسی، یونانی، کشمیری و عربی زبانوں کی کتب ترتیب سے اکبر کے سامنے پیش کی جاتی تھیں۔ ایسے ہی امراء کے کتب خانے مغلیہ سلطنت میں پھیلے ہوئے تھے۔[2]

مدارس کا قیام:

اکبر نے اپنے عہد حکومت میں متعدد مدرسے قائم کیے۔ اجمیر سے واپس آکر اس نے فتح پور سیکری کو دار السلطنت بنایا۔ یہاں اس نے بہت ساری عمارتیں تعمیر کرائیں جن میں مدرسہ و خانقاہ بھی شامل ہے۔[3]

مدرسہ ابو الفضل:

اکبر کے دور میں فتح پور سیکری میں ابو الفضل کے نام سے منسوب ایک بڑا مدرسہ بھی قائم ہوا۔[4]

مدرسہ خیر المنازل:

یہ مدرسہ دہلی میں اکبر کی رضاعی ماں ماہم انگہ نے 1561ء میں قائم کرایا تھا۔[5]

علمی مجالس کا اہتمام:

اکبر نے شیخ سلیم چشتی کی نئی خانقاہ کے پاس ایک عَظِیمُ الشّان عمارت تعمیر کرائی اور اس کا نام عبادت خانہ رکھا۔ ہر جمعہ کی نماز کے بعد شیخ سلیم چشتی کی خانقاہ سے آکر یہاں دربار خاص ہوتا تھا۔ اکبر کی اس مجلس میں ملک بھر کے منتخب علماء آتے تھے۔ وہ اکبر کے سامنے مختلف مذہبی مسائل پر آزادانہ بحث و تمحیص کرتے تھے۔[6]

معلمین کو ہدایت:

اکبر نے محسوس کیا کہ طالب علم سالہا سال مکتب میں گزارتے ہیں اور اس طویل مدت میں صرف اور صرف مفردات اور چند اعراب کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح طالب علم کی زندگی کا زیادہ حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ کم وقت میں مہارت حاصل کرنے کے لیے معلمین کو مندرجہ ذیل ہدایات دیں:

> "طالب علموں کو پہلے حروف تہجی لکھنا سکھایا جائے۔ اس کے بعد حروف کے ہجے سکھائے جائیں۔ جب طالب علم حروف کی شکل اور اس کا نام یاد کر لے تو چند دن میں حروف تہجی کو ختم کر کے جوڑ توڑ سکھائے جائیں۔ ایک ہفتہ اس پر عمل کرنے کے بعد طالب علموں کو حروف کی واقفیت حاصل ہو جائے گی اور وہ اس قابل ہو جائے گا کہ کسی نثر یا نظم کا حصہ پڑھ سکے۔ چند روز تک ایک مصرع یا مقولہ اسی طرح پڑھایا جائے اور یاد کرایا جائے اس طرح طالب علم قلیل مدت میں روانی سے پڑھنے لگیں گے۔[7]

لہٰذا اکبر کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اسی طرح پڑھایا گیا۔ اس ضمن میں استاد ہر روز مندرجہ ذیل پانچ امور پر توجہ دیتا تھا:

1. حروف کی شناخت
2. الفاظ کے معنٰی
3. مصرع
4. شعر
5. آموختہ

تعلیم لازمی:

اس طرح ہر طالب علم کے لیے تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا، ان قواعد سے مکتبوں میں رونقیں بڑھیں اور مدرسوں میں علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوا۔[8]

نصاب تعلیم میں اصلاحات:

انہوں نے نصاب تعلیم میں اصلاحات لانے کی کوشش کی تاکہ نصاب تعلیم میں دینی علوم کے ساتھ جدید علمی علوم بھی شامل ہو سکیں۔ اخلاق، حساب، زراعت، نجوم، تدبیر منزل، سیاست مدن، طب، منطق، تاریخ جیسے نئے علوم متعارف کرائے گئے لیکن عربی و اسلامی علوم خارج نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ اس زمانے میں جابجا اسلامی مدرسے قائم رہے جن میں مذہبی تعلیم دی جاتی تھی۔[9]

فارسی زبان کی ترقی:

مغل بادشاہ اکبر نے فارسی زبان کو شاہی زبان بنایا۔ جس سے اس کی اہمیت اور استعمال میں بے حد اضافہ ہوا۔ اکبر نے فارسی کتابوں کا ترجمہ ہندی اور اردو زبانوں میں کروایا۔ جس کی وجہ سے اس کو مزید وسعت ملی۔ وہ خود علوم و فنون کا دلداہ تھا اور فارسی زبان کے فروغ کے لیے اس نے شعراء، علماء اور فنکاروں کی سرپرستی کی جس سے دربار علم و ادب کا مرکز بن گیا۔[10]

خطاطی پر توجہ:

اکبر نے خطاطی پر خاص توجہ دی۔ اس دور کے مشہور خطاطوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

ملا میر علی، اشرف خان، محمد حسین کشمیری اور میر حسینی۔

اس فن کے مشہور ماہر میر علی ہروی ہیں انہوں نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے مولانا سلطان علی کی روش میں تغیرات پیدا کیے۔ اس فن کے دوسرے مشہور ماہر محمد حسین کشمیری ہیں یہ اپنے استاد مولانا عبدالعزیز پر بھی سبقت لے گئے ہیں۔ بقول ابوالفضل اکبر کہ:

"خط کا تصاویر سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ ہے۔ کیوں کہ یہ ہمیں استادوں کے تجربات سے آگاہ کرتا ہے اور اس واقفیت کی بنا عقل و فہم کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔" [11]

مصوری کی سرپرستی:

اکبر کو فن مصوری سے ابتدائی عمر سے ہی خاص لگاؤ تھا اور ہمیشہ اس پر خاص توجہ دیتے رہے جس کی وجہ سے اس فن کو ترقی ملی اور ایک گروہ کثیر اس فن کا یکتائے روزگار بن گیا۔ اکبر نے ایک کارخانہ تعمیر کرایا جہاں ملک کے مختلف مصور اپنی فطری صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے تھے۔ داروغہ ہر ایک شخص کا کام اکبر کے سامنے پیش کرتا اور ہر مصور کو اکبر اس کے کام و کمال کے مطابق انعام دیتا۔

اکبر کی سرپرستی کی وجہ سے رنگ آمیزی کا فن عروج کو پہنچا اور صفائی و لطافت کو روز افزوں ترقی نصیب ہوئی۔ کام کی نزاکت اور نقش و نگاری کی صفائی اور ہاتھ کی قوت کشید نے وہ مرتبہ حاصل کر لیا کہ ان کامل فن استادوں کی تصویر کشی نے جمادی اجسام کو مرتبہ حیوانیت عطاء کر دیا اور بے جان اشیاء کے ذریعے سے جیتی جاگتی صورتیں نظر آنے لگی۔ اس طرح دربار میں سو سے زیادہ اس فن کے ماہر پیدا ہو گئے۔ ان میں سب سے باکمال میر سید علی تبریزی ہے۔ اس مصور نے اپنے باپ سے اس فن کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور باپ کی تربیت کی وجہ سے وہ کامیاب بنا۔ اس فن کا دوسرا جادو نگار خواجہ عبدالصمد شیریں تھا۔ اس نے اس فن کو ابتدائے ملازمت سے پہلے سیکھ لیا تھا لیکن ملازمت کے بعد اس کے فن میں مزید نکھار پیدا ہوا۔ [12]

فارسی نظم و نثر کی کتابیں تصاویر و نقوش سے آراستہ کی گئیں اور ان کے دلچسپ بیانات اور واقعات نے اوراق و فصحول میں سحر نگاری سے کام لیا۔ داستان امیر حمزہ بارہ جلدوں میں تقسیم کی گئی اور اس کتاب میں ایک ہزار چار سو حیرت انگیز تصویریں بنائی گئیں۔ چنگیز نامہ، ظفر نامہ، اکبر نامہ، رزم نامہ، رامائن، نل و دمن عیار دانش وغیرہ کتابیں بہترین نقوش و تصاویر سے مزین کی گئیں۔ [13]

شاعروں کی حوصلہ افزائی:

شعراء کو اکبر نے ان کی صلاحیتوں کے مطابق خطابات دیئے۔ شیخ ابو الفیضی دربار اکبری کے نامور شاعر تھے۔ اکبر نے اسے ملک الشعراء کا خطاب دیا۔ شعراء اکبر کے دربار میں موجود رہتے تھے۔[14] ابوالفضل نے آئین اکبری میں میں مندرجہ ذیل شعراء کا ذکر کیا ہے:

شیخ ابو الفیض فیضی، حرفی اصفہانی، عرفی شیرازی، جعفر بیگ قزوینی، شکیبی اصفہانی، نظیری نیشاپوری، درویش بہرام، مشفقی بخاری، قراری گیلانی، عتابی نجفی، ملا محمد صوفی، مازندرانی، شیخ رہائی، وفائی اصفہانی، رفیقی کاشی، سنجر کاشی، تشبیہی کاشی، اسیری رازی، اشکی قمی، فہمی رازی، پیروی ساوجی، گامی سبزواری، پیامی، حیدری تبریزی، فسونی شیرازی، نادری شیرازی، نوعی مشہدی، بابا طالب اصفہانی، سرمدی اصفہانی، داخلی اصفہانی، قاسم ارسلان، شیری اور رہی نیشاپوری۔ [15]

موسیقی کا فروغ:

اکبر نے موسیقی کی سرپرستی کی۔ اس کے دربار میں بے شمار ہندی، ایرانی، کشمیری نغمہ پرداز جمع ہوتے اور اپنے فن سے سامعین پر اثر انداز ہوتے۔ نغمہ نوازی کے عالم میں سامعین پر ان کی حیثیت کے مطابق رنج و مسرت کے آثار طاری ہوتے۔ اس نے درباری موسیقاروں کو سات گروہوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ ہر گروہ ہفتے میں ایک روز حاضر ہو کر اپنے کمالات دکھاتا اور سامعین کے قلوب پر اثر ڈالتا تھا۔ درباری موسیقاروں میں سب سے مشہور تان سین تھا۔ اس کا شمار اپنے عہد کے زبردست ماہرین میں ہوتا ہے۔ متقدمین اور متاخرین میں اس کی کوئی نظیر

نہیں ملتی۔ اس نے کلاسیکی موسیقی کو زیادہ سے زیادہ مقبول بنانے کی کوشش کی۔ سر اور سنگیت میں مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے آلات موسیقی میں بھی اضافہ کیا۔ رباب اسی کی ایجاد کردہ ہے۔ اس نے نئے راگ ایجاد کیے۔ اس کے علاوہ اس نے دھروپد انداز کو فروغ دیا۔ اکبر نے اس کی قابلیت کی وجہ سے اسے اپنے نورتنوں میں شامل کیا اور اسے میاں کا خطاب دیا۔[16] صاحب خاں اور پروبین خاں کو بین بجانے میں مہارت حاصل تھی۔ غرض یہ کہ اکبر کی سرپرستی کی وجہ سے موسیقی کو نہ صرف فروغ ملا بلکہ دھروپد کی ہیئت کو مقبول بنانے کے لیے انہی کی کاوشوں سے چار اہم سکولوں کا آغاز ہوا جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1. نابہار
2. گوبہار
3. ڈاگرانی
4. کنتھاری[17]

اکبر موسیقی کا شوقین تھا۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ درج ذیل موسیقار اکبر کے دربار میں موجود تھے:

میاں تان سین، بابارام داس، سجان خاں، سرگیان خاں، میاں چاند، بچتر خاں، محمد خاں، بیر مندل خاں، باز بہادر صاحب خاں، داؤد خاں، میاں لال، بہرام قلی، سلطان ہاشم، شاہ محمد، استاد محمد امین، خواجہ علی اور میر عبد اللہ۔[18]

عہد اکبری کے مشہور علماء:

ابوالفضل:

ابوالفضل ابن مبارک اکبر کے دور کے بڑے عالم، مؤرخ اور سیاستدان تھے۔ وہ شیخ مبارک ناگوری کے بیٹے اور فیضی کے بھائی تھے۔

اکبر نے ان کو فہم و فراست کی وجہ سے اپنے نورتن میں شامل کیا۔ ان کی سب سے مشہور کتاب "اکبر نامہ" ہے۔ جو اکبر کے دور کی تاریخ پر ایک جامع کتاب ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے "آئین اکبری" جیسی اہم کتاب لکھی جو کہ اکبر کے عہد کی ایک مستند کتاب ہے۔ اس کتاب میں اکبر کے عہد حکومت، انتظامی ڈھانچے، قوانین، معاشرت، ثقافت، فوجی نظام اور معیشت کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ابوالفضل کی نثر میں بہت روانی اور دلچسپی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے فارسی ادب کو نئی جہت دی۔ ان کی تصانیف آج بھی پڑھی اور سمجھی جاتی ہیں۔ ابوالفضل کی تاریخ نویسی اور ادبی خدمات نے ان کو ایک نابغۂ روزگار شخصیت بنا دیا ہے۔[19]

شیخ فیضی:

شیخ فیضی اکبر کے دور کا ادیب، شاعر اور عالم تھا۔ یہ ابوالفضل کا بھائی اور اکبر کے نورتنوں میں شامل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ فیضی بڑا ذہین تھا اکبر کے دربار میں شاعر و ادیب کی حیثیت سے جگہ ملی اور ملک الشعراء کا خطاب بھی ملا۔ انہوں نے مختلف کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ شیخ فیضی نے اپنی زندگی علم و ادب میں گزاری۔ ان کی شاعری بہت مقبول تھی اور وہ ایک فصیح شاعر کے طور پر مانے جاتے تھے۔ ان کی شاعری میں سادگی، فصاحت اور معنویت کا خوبصورت امتزاج تھا۔ شیخ فیضی نے اپنی شاعری میں عاشقانہ، اخلاقی اور روحانی مضامین پر لکھا اور اپنے تخیلات سے لوگوں کو متاثر کیا۔ وہ اکبر کے دربار میں اہم مقام رکھتے تھے اور ان کی شاعری کو بہت پسند کیا جاتا تھا۔ ان کی مشہور تصانیف میں تفسیر سواطع الالہام، قصائد، موارد الکلم، مرکز ادوار شامل ہیں۔ انہوں نے کئی کتابوں کے ترجمے بھی کیے جن میں مہابھارت اور لیلاوتی کے تراجم زیادہ مشہور ہیں۔[20]

ملا عبد القادر بدایونی:

ملاعبد القادر بدایونی مؤرخ اور مترجم کی حیثیت سے معروف تھے۔ ملّا عبد القادر اپنے علم و فن کی بنیاد پر جلال الدّین اکبر کے دربار میں جگہ پانے میں کامیاب رہے اور علمی کام کیا۔ تصنیف و تالیف کے ساتھ انہوں نے کئی کتب کا فارسی اور ہندی میں ترجمہ کیا۔ وہ فارسی اور عربی پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ ملّا عبد القادر بدایونی نجوم، ریاضی جیسے علوم کے علاوہ راگ راگنیوں سے بھی واقف تھے۔ ملاعبد القادر بدایونی بلند پایہ ادیب، انشاءپرداز اور شاعر تھے جبکہ فنِ تاریخ گوئی میں انہوں نے بڑا نام پایا۔ وہ کئی علوم کے ماہر تھے۔ جلال الدّین اکبر کے دربار میں ملّا عبد القادر بدایونی کو تصنیف و تالیف اور ترجمہ کی ذمہ داری سونپی گئی تھی جنہیں علوم معقول و منقول دونوں میں کامل دستگاہ تھی۔ منتخب التّواریخ ان کی مشہور کتاب ہے، اس کتاب میں سلطنت غزنویہ کے بانی امیر ناصر الدین سبکتگین کی تخت نشینی سے عہد اکبر تک کے واقعات درج کیے گئے ہیں۔ [21]

شیخ مبارک:

شیخ مبارک ناگوری اکبر کے دور کے ایک بڑے عالم اور صوفی تھے۔ وہ ابو الفضل اور شیخ فیضی کے والد تھے۔ شیخ مبارک نے اپنی زندگی علم اور دین کی خدمت میں گزاری اور انہیں ایک بڑے عالم کے طور پر جانا جاتا تھا۔ انہوں نے مختلف علوم میں مہارت حاصل کی جیسے تفسیر، حدیث اور فلسفہ۔ شیخ مبارک اکبر کے دربار میں ایک اہم مقام رکھتے تھے اور انہیں اکبر کے استادوں میں سے ایک مانا جاتا تھا۔ انہوں نے اکبر کی تعلیم اور تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ شیخ مبارک کی علمی خدمات بہت قابل ذکر ہیں اور انہوں نے اپنی تحریروں سے علم کی روشنی پھیلائی۔ انہوں نے مختلف کتابیں لکھیں، جن میں سے کچھ مشہور ہیں۔ شیخ مبارک کی زندگی بہت سادہ اور پرہیزگار تھی اور وہ ایک بڑے صوفی کے طور پر جانے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بہت سے شاگرد تیار کیے اور انہیں علم کی تعلیم دی۔ [22]

عہد اکبری کی مشہور کتب تواریخ:

اکبر نامہ:

اکبر نامہ ابو الفضل کی مشہور تالیف ہے۔ اکبر نامہ دفتر اول میں سلسلہ تیموریہ کا حال ہے مگر مختصر، بابر کا کچھ زیادہ۔ ہمایوں کا اس سے بھی زیادہ۔ پھر اکبر کا 17 برس کا حال ہے۔ دفتر دوم 18 جلوس قرن ثانی سے شروع ہوتا ہے اور 46 جلوس 110 پر ختم کیا۔ ہمایوں کے حال ختم ہونے تک اس کتاب کی عبارت منشیانہ محاورہ متانت سے دست و گریباں ہے۔ جہاں اکبر کی 17 سال کی سلطنت کا حال ہے، وہاں مضامین کا جوش و خروش، لفظوں کی شان و شوکت اور عبارت زور و شور پر ہے۔ جلد سوئم میں رنگ بدلتا ہے۔ عبارت متین اور مختصر ہو جاتی ہے۔ ہر جلوس پر بلکہ بعض معرکوں کی ابتداء میں ایک یا آدھی سطر کی تمہید لکھی ہوئی ہے۔ [23]

آئینِ اکبری:

آئین اکبری اکبر نامہ کا دوسرا حصہ ہے۔ اس حصے میں سلطنت کے صوبے، صوبے کا حال، صوبوں کی حدود اربعہ و آمدنی و خرچ، پیداوار قدرتی و صنعتی، مشہور مقامات، مشہور دریا، نہریں، نالیں، ندیاں، چشمے، فوج، اقسام ملازمین، علماء اہل کمال، اہل موسیقی، مزاروں اور مندروں کے تفصیلی حالات بیان کیے گئے ہیں۔ غرضیکہ اس حصے میں ہر ایک کام کو ضوابط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں باریک مواد کو یکجا کر کے ترتیب کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ [24]

طبقات اکبری:

اسے نظام الدین بخشی نے لکھا ہے۔ یہ عمدہ تاریخ ہے۔ 1002ھ تک اکبر کا حال لکھا ہے۔ اگرچہ مفصل نہیں مگر مختصر بھی نہیں۔ عبارت بے تکلف، بے مبالغہ، حالات کی تحقیق اور احوالات کی تنقیح پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی تاریخ ہے جو بادشاہ مختلف ممالک سے ہندوستان سے آئے۔ ابتداء سے عہد تصنیف تک سب کے حال پر حاوی ہے۔ محمد قاسم فرشتہ اور ان کے بعد جو مؤرخ آئے وہ اس سے زیادہ لکھ گئے۔ [25]

منتخب التواریخ:

منتخب التواریخ اکبری عہد کے مؤرخ ملا عبد القادر بدایونی کی فارسی تالیف ہے جس میں مؤلف نے سلطنت غزنویہ کے بانی امیر ناصر الدین سبکتگین کی تخت نشینی سے لے کر عہد اکبر کے 40سال تک کے واقعات درج کیے ہیں۔ ملا عبد القادر بدایونی نے کتاب منتخب التواریخ میں کوئی باب یا فصل قائم نہیں کیا لیکن کتاب میں مضامین اپنی نوعیت کے لحاظ سے از خود تین مختلف حصہ جات میں منقسم ہو گئے ہیں۔ کتاب کا پہلا حصہ سلطنت غزنویہ کے پہلے سلطان امیر ناصر الدین سبکتگین کے عہدِ حکومت سے شروع ہوتا ہے جبکہ اِس کا اختتام مغل شہنشاہ نصیر الدین محمد ہمایوں کی وفات پر ہوتا ہے۔ کتاب کے دوسرے حصہ میں مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کی تخت نشینی سے لے کر ماہِ صفر اکتوبر 1595ء تک کے مفصل تاریخی حالات مرقوم ہیں۔ منتخب التواریخ کا یہ دوسرا حصہ ملا عبد القادر بدایونی کے عینی شاہد ہونے کا مصدقہ ثبوت ہے۔ کتاب کے تیسرے حصہ میں اُن مشاہیر کا تذکرہ کیا گیا ہے جو عہدِ اکبری میں گذرے ہیں۔ اِن مشاہیر میں علمائے کرام، شعراء، اُمراء، حکماء شامل ہیں۔ کتاب کے اِس تیسرے حصہ میں ملا عبد القادر بدایونی نے 38 شیوخ، 69 علماء، 15 فلسفی و ماہر طبیعیات اور 67 شعراء حضرات کا تذکرہ کیا ہے۔[26]

ہماہوں نامہ:

یہ کتاب اکبر کی پھوپھی گلبدن بیگم نے لکھی تھی۔ گلبدن بیگم کی یہ کتاب ہمایوں نامہ اہم تاریخی کتاب ہے۔ اس میں مغلیہ سلطنت کے ابتدائی دور کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ کتاب گلبدن بیگم نے اپنے بھتیجے کی فرمائش پر لکھی تھی۔ ہمایوں نامہ کا مقصد ہمایوں کی زندگی اور سلطنت مغلیہ کی تاریخ کو مستند اور تفصیلی انداز میں پیش کرنا ہے۔[27]

تاریخ الفی:

اکبر نے کہا کہ ہجرت کو ہزار سال گزر چکے ہیں۔ اب مصنفین ہر جگہ ہجری تاریخ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی ایسی کتاب لکھیں جس میں ہجری کا ذکر ہو۔ لہٰذا حکم دیا کہ ایسی کتاب لکھی جائے جس میں ابتداء سے لے کر آج تک کے مسلمان بادشاہوں کا حال ہو اور اس کا نام تاریخ الفی رکھا جائے اور اس میں جب سال لکھے جائیں تو ہجرت کی جگہ لفظ رحلت لکھا جائے، چنانچہ اکبر نے روز وفات حضرت محمد ﷺ سے آج تک کے وقائع لکھنے کے لیے یہ کام سات آدمیوں کے سپرد کیا۔ سال اول نقیب خاں کے ذمے لگایا ہوا تھا۔ سال دوم فتح اللہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ سال سوئم حکیم ہمام علی کے حوالے کیا گیا تھا۔ سال چہارم حاجی ابراہیم سرہندی کے ذمے لگایا گیا تھا۔ سال پنجم نظام الدین کے سپرد ہوا۔ سال ششم ملا عبد القادر بدایونی کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ سال ہفتم حکیم علی کے سپرد ہوا۔ اس طرح سے یہ کتاب مکمل ہوئی۔[28]

عہد اکبری میں لکھی جانے والی دیگر کتب:

تفسیر سواطع الالہام:

جمادی الثانی 1002ھ میں فیضی نے ایک تفسیر قرآن لکھی جس کا نام "تفسیر سواطع الالہام" رکھا۔ اس کے 175 اجزاء تھے اور اول سے آخر تک غیر منقوط تھی۔[29]

کشکول:

یہ بڑا پر لطف مجموعہ تحریر ہے۔ شیخ ابو الفضل نے سیاحت نظر کے عالم میں جو کتابوں میں دیکھا اسے انتخاب کے طور پر لکھ لیا اور اس مجموعے کا نام کشکول رکھا۔ جیسا اس کتاب کا نام ہے ویسا ہی اس کا کام بھی ہے۔ کشکول فقیر یا گداگر کے اس برتن کا نام ہے جس میں ہر ایک چیز جو وہ مانگتا ہے تو اس میں ڈال دیتا ہے۔ خواہ وہ روٹی ہو یا سالن، تازہ ہو یا باسی اور گرم ہو یا ٹھنڈا۔ غرضیکہ فقیر کا یہ برتن ہر ایک چیز کے سما جانے والا ہوتا

ہے،اسی طرح شیخ ابوالفضل کو جو پسند آیا وہ ایک کتاب میں لکھتا جاتا خواہ وہ کسی بھی زبان کا ہو یا کسی نظم و نثر کا حصہ ہو وہ اس کو درج کر لیتا تھا اور اسی کا نام کشکول رکھا تھا۔[30]

موارد الکلم:

یہ فیضی کی تالیف ہے۔ اس کا تاریخی نام موارد الکلم ہے۔ اس کتاب میں ہند و نصائح کی باتیں بھی شامل ہیں جو کہ آسان اور چھوٹے چھوٹے فقرات میں لکھی گئی ہیں یہ بھی بے نقط انداز میں لکھی گئی ہے۔[31]

مرکز ادوار:

یہ کتاب فیضی نے لکھی اس کی وفات کے بعد ایک بیاض میں متفرق اشعار مسودے کے طور پر نکلے۔ ابوالفضل نے انہیں ترتیب دے کر لکھا۔[32]

عہد اکبری میں ہونے والے تراجم:

بحر الاسماء کا ترجمہ:

ہندی افسانوں کی کتاب جس کے ایک حصے کا ترجمہ سلطان زین العابدین بادشاہ کشمیر نے کرایا تھا اور اس کا نام بحر السماء رکھا۔ اکبر نے ملا عبد القادر بدایونی کو بلا کر کہا کہ اس کی فارسی پرانی اور غیر مشہور ہے۔ اسے از سر نو مروّجہ زبان میں ترجمہ کرو۔ ملا عبد القادر نے اسے ترجمہ کر کے اکبر کی خدمت میں پیش کیا۔ اکبر نے اسے بہت پسند کیا اور ایک گھوڑا انعام میں دیا۔[33]

لیلاوتی:

یہ حساب کی کتاب تھی جو سنسکرت میں لکھی گئی تھی فیضی نے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا۔[34]

عیار دانش:

یہ کتاب نصائح کے لحاظ سے ہر خاص و عام کے لیے معتبر تھی مگر سنسکرت زبان میں تھی۔ اکبر نے ابوالفضل کو حکم دیا کہ اس کو آسان اور سادہ زبان میں لکھو تا کہ ہر آدمی اس کو پڑھ اور سمجھ سکے۔[35]

معجم البلدان:

حکیم ہمام نے معجم البلدان اکبر کے سامنے پیش کی اور کہا اگر اس کا ترجمہ ہو جائے تو خوب ہے۔ یہ دو سو جزو کی کتاب تھی۔ لہٰذا اس کے ترجمے کے لیے دس بارہ شخص ہندوستانی اور ایرانی جمع کیے اور کتاب ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ دی۔[36]

سنگھاسن بتیسی:

یہ سنسکرت زبان میں تھی۔ اس میں بتیس کہانیاں ہیں۔ اکبر نے عبد القادر کو کہا کہ اس کا ترجمہ کرو اور ساتھ ہی ایک پنڈت کو بھی مقرر کرو تا کہ وہ اس کا مطلب بیان کر کے سمجھاتا رہے۔ اکبر نے اس ترجمے کو بہت پسند کیا۔[37]

جامع رشیدی:

جامع رشیدی تاریخ کی ایک موٹی کتاب ہے۔ جس میں شجرہ خلفائے بنو عباسیہ و بنو امیہ تھا جو آنحضرت ﷺ پر ختم ہوتا تھا اور وہاں سے حضرت آدم علیہ السلام تک جا پہنچتا تھا۔ اس کا ترجمہ کرنے کے لیے عبد القادر بدایونی کی خدمت لی گئی۔ اس نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے شجرے عربی سے فارسی میں لکھے۔[38]

تاریخ کشمیر:

محمد شاہ آبادی ایک فاضل جامع معقول و منقول تھے۔ انہوں نے حسب الحکم تاریخ کشمیر کا ترجمہ کروایا۔ مگر جب یہ ترجمہ تیار ہوا تو پسند نہ آیا۔ ملا عبد القادر کو حکم دیا کہ وہ اس کا ترجمہ کرے۔ جس کو دو ماہ میں تیار کر لیا یہ ترجمہ اکبر کو پسند آیا اور اسے کتب خانے کی زینت بنا دیا گیا۔[39]

اتھربن وید:

983ھ میں ایک برہمن دکن سے آیا اور اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور بادشاہ کے خواصوں میں داخل ہوا۔ مسلمان ہونے کے بعد اس کا نام شیخ بہاون رکھا گیا۔ اتھربن وید جو کہ ہندوؤں کی چار مشہور کتابوں میں سے چوتھی کتاب تھی۔ اسے حکم ہوا کہ اس کا ترجمہ کرواؤ۔ لکھنے کی خدمت عبد القادر بدایونی سے لی گئی۔[40]

حیاۃ الحیوان:

یہ کتاب فارسی میں تھی 983ھ میں اکبر نے اس کا فارسی ترجمہ کرایا۔ اکبر اس کو پڑھوا کر سنا کرتا تھا۔[41]

رامائن:

عبد القادر بدایونی کو اکبر کی طرف سے ہندوؤں کی مذہبی کتاب رامائن کا ترجمہ کرنے کا کہا گیا۔ یہ ہندوؤں کی معظم اور مکرم کتاب ہے اس میں قصے، نصیحتیں، تدبیریں، اخلاق و آداب، معرفت کی باتیں اور ہندوؤں کی عبادات کے طریقوں کا ذکر ہے۔[42]

تاجک:

علم ہیئت کی ایک کتاب تھی مکمل خاں گجراتی نے حسب الحکم اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔[43]

ہربنس:

اس میں سری کشن جی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ملا شیرازی نے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔[44]

نل ودمن:

قصہ عشق ودمن کو جو کہ ہندی میں ایک جگر گداز افسانہ ہے۔ شیخ فیضی نے مثنوی لیلیٰ مجنوں کی بحر میں فارسی جامہ پہنایا، جو نل ودمن کے نام سے مشہور ہے۔[45]

کتاب مہابھارت:

کتاب مہابھارت کو جو کہ ہندوستان کی قدیم تاریخ ہے اسے نقیب خاں، مولانا عبد القادر بدایونی اور شیخ سلطان تھانیسری نے ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔[46]

خلاصہ بحث:

عہدِ اکبری برصغیر کی تاریخ میں علمی و تعلیمی ارتقاء کا ایک ایسا روشن باب ہے جس نے محض روایتی تعلیم کے بجائے شعوری اور عملی تربیت کی بنیاد رکھی۔ اکبر نے اپنے دورِ حکومت میں تعلیم کو مخصوص طبقے تک محدود رکھنے کے بجائے اسے عوامی اور ہمہ گیر بنایا، جس میں مختلف مذاہب کے طلبہ کو یکساں طور پر علمی استفادے کے مواقع میسر آئے۔ نصابِ تعلیم میں انقلابی تبدیلیاں لاتے ہوئے ریاضی، طب، زراعت، نجوم اور اخلاقیات جیسے مضامین کو لازمی قرار دیا گیا تاکہ طالب علم عملی زندگی کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکیں۔ اس دور میں قائم ہونے والے عظیم الشان کتب خانے اور "ترجمہ خانہ" اس بات کا ثبوت ہیں کہ اکبر مختلف زبانوں اور تہذیبوں کے علوم کو یکجا کرنے کا خواہاں تھا، جس کے نتیجے میں سنسکرت اور یونانی کتب کے فارسی تراجم عمل میں آئے۔ غرض یہ کہ اکبر کی علمی سرپرستی، نئے مدارس کے قیام اور ابوالفضل و فیضی جیسے مفکرین

کی موجودگی نے ہندوستان کو ایک ایسے عالمی تعلیمی مرکز میں بدل دیا جہاں علم کی بنیاد تعصب کے بجائے تحقیق اور عقلیت پسندی پر رکھی گئی، جس کے دوررس اثرات برصغیر کی تاریخ پر آج بھی نمایاں ہیں۔

حوالہ جات:

1 بدایونی، عبدالقادر ملّا، **منتخب التواریخ**، (لکھنؤ: نول کشور 1883ء)، 2/341-
2 ابوالفضل، شیخ، **آئین اکبری**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز 2002ء)، 1/191-
3 ابوالحسنات ندوی، مولانا، **ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں**، (اعظم گڑھ: معارف پریس شبلی 2014)، ص 33-
4 ایضاً
5 https://urdu.arynews.tv/historical-places-in-delhi/ Dated: 27 December 2025 Time: 11:05 Am-
6 بدایونی، عبدالقادر ملّا، **منتخب التواریخ**، (لکھنؤ: نول کشور 1883ء)، 2/393-
7 ابوالفضل، شیخ، **آئین اکبری**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز 2002ء)، 1/417-
8 ایضاً
9 شاہنواز، خان، **مآثرالامراء**، (لکھنؤ: نول کشور 1888ء)، 3/71-
10 سید عبداللہ، ڈاکٹر، **ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ**، (لاہور: شفیق پریس، کبیر سٹریٹ، 1967ء)، ص 26-
11 ابوالفضل، شیخ، **آئین اکبری**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز 2002ء)، 1/187-
12 ایضاً، ص 191-
13 ایضاً، ص 196-
14 بخشی، نظام الدین، **طبقات اکبری**، 2/550-
15 ابوالفضل، شیخ، **آئین اکبری**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز 2002ء)، 1/183-
16 ندوی، عبدالحیٔ، **الثقافة الاسلامیة فی الهند**، مترجم مولانا عرفان ندوی، (علی گڑھ: معارف پریس 2009ء)، ص 413-
17 راشد، انور راشد، **فنون لطیفہ**، (دہلی: علی سنز اینڈ پبلی کیشنز، 2000ء)، ص 111-
18 ابوالفضل، شیخ، **آئین اکبری**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز 2002ء)، 1/537-
19 امیر علی خاں، **اکبر بادشاہ کے نورتن**، (لاہور: زاہد و نوید پرنٹرز 2006ء)، ص 96-
20 ایضاً، ص 80-
21 شمس العلماء، محمد حسین آزاد، **دربار اکبری**، (لاہور: دین محمدی پریس، سرکلر روڈ 1947ء)، ص 517-
22 امیر علی خاں، **اکبر بادشاہ کے نورتن**، (لاہور: زاہد و نوید پرنٹرز 2006ء)، ص 89-
23 محسن فانی، **دبستان المذاہب**، (لکھنؤ: نول کشور 1888ء)، ص 23-
24 ایضاً
25 ایضاً
26 ایضاً
27 گلبدن بیگم، **ہمایوں نامہ**، (لکھنؤ: نولکشور 1864ء)، ص 10-
28 بدایونی، عبدالقادر ملّا، **منتخب التواریخ**، (لکھنؤ: نول کشور 1883ء)، 2/350-
29 ایضاً، ص 396-
30 شمس العلماء، محمد حسین آزاد، **دربار اکبری**، (لاہور: دین محمدی پریس، سرکلر روڈ 1947ء)، ص 318-
31 ایضاً، ص 163-
32 ایضاً، ص 169-

33 بدایونی، عبد القادر ملّا، **منتخب التواریخ**، (لکھنؤ: نول کشور 1883ء)، 392/2-

34 ندوی، مولانا ابو العرفان، **اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں**، (اعظم گڑھ: معارف پریس 2009ء)، ص402-

35 شمس العلماء، محمد حسین آزاد، **دربار اکبری**، (لاہور: دین محمدی پریس، سرکلر روڈ 1947ء)، ص163-

36 ایضاً، ص145-

37 ذکاء اللہ، مولوی محمد، **تاریخ ہندوستان**، 959/2-

38 ایضاً، ص890-

39 ابو الفضل، شیخ، **آئین اکبری**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز 2002ء)، 192/1-

40 ایضاً

41 شمس العلماء، محمد حسین آزاد، **دربار اکبری**، (لاہور: دین محمدی پریس، سرکلر روڈ 1947ء)، ص121-

42 ابو الفضل، شیخ، **آئین اکبری**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز 2002ء)، 192/1-

43 ایضاً، ص191-

44 ایضاً

45 ایضاً

46 ایضاً